www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

اشاعت کا پندرہواں سال
15th year of Publication

مبلغ

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3 روپے

28 فروری تا 06 / مارچ 2014ء جمعۃ المبارک 27 ربیع ثانی ۱۴۳۵ھ جلد نمبر: 15 شمارہ نمبر: 08

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

بُڈِتھ کرِ یہ گرِتھ نہٕ ہبکانہٕ
پَتہٕ نۆندِ ہ کیٛاہ دَمہٕ دِیانہٕ
سُلہِ کونہٕ کۆرُتھ گیٛانہٕ
اَصل ہیٛندِ ہ مسلمانہٕ

"افسوس بڑھاپے میں کوئی عبادت ہو نہیں سکتی کیونکہ بندگی کی طاقت ختم ہو چکی ہوتی ہے، اے دانا آدمی! پھر کیوں تو جوانی ہی میں ریاضت نہیں کرتا ان خالی خوالی لاف ذینوں سے کیا فائدہ! تو نے پہلے ہی یہ کیوں نہ بھانپ لیا کہ کرنا کیا چاہیے، اور جانا کہاں ہے۔ اے ہندو، مسلم! ذرا پہلے ہی سے خداجوئی کی طرف آجاؤ اور بندگی میں لگ جاؤ"۔

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

درندگی کی فتح

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔ مدظلہ العالی

آج کل بہت سی ایسی الیکٹرانک مشینیں ہیں، جن میں مشین کی اندرونی کیفیت کے اظہار کیلئے اسکرین لگے ہوئے ہیں، مشین میں کہیں سے بھی کوئی خرابی ہو تو فوراً سکرین پر اس کا سگنل نمودار ہوتا ہے، اور جان لیا جاتا ہے کہ مشین کے فلاں پرزہ میں خرابی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل میں جو خوبصورت، محیر العقول اور نازک مشین بنائی ہے اس میں بھی انسانی کیفیات کے اظہار کیلئے علامتی سگنل رکھے گئے ہیں، کچھ تو وہ ہیں جن کا تعلق انسان کی جسمانی کیفیات سے ہے، اب یہی دیکھئے کہ بہت سی بیماریاں چہرہ، آنکھ، ہونٹ، زبان اور ناخنوں کی رنگت سے پہچانی جاتی ہیں، یا نبض کی حرکت کے ذریعہ ان کا علم ہوتا ہے، یہ گویا خود انسانی جسم میں لگے ہوئے اسکرین ہیں، جن کے ذریعہ انسان کی اندرونی جسمانی کیفیات کا علم ہوتا رہتا ہے۔

اسی طرح انسان کی روحانی اور اخلاقی کیفیات کیلئے بھی قدرت کا ایک نظام ہے جسے سر کی آنکھوں سے دیکھا تو نہیں جاسکتا، لیکن محسوس کیا جاسکتا ہے، انسان کوئی بھلائی کرے تو اس میں خوشی کا احساس ہوتا ہے، کوئی برائی کر گذرے تو خواہ وہ کتنی ہی لذت اور سرمستی کا باعث ہو، لیکن بعد میں پچھتاوے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ندامت وشرمندگی ہوتی ہے، انسان اپنے آپ کو شرمسار محسوس کرتا ہے، یہ وہی اخلاقیات کا اسکرین ہے جو آدمی کو اس کی اندرونی کیفیات کے بارے میں حقیقی صورتحال سے آگاہ کرتا ہے۔

انسان کی اسی قوت احساس کو "ضمیر" کہا جاتا ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے کئی ارشادات میں انسان کی اس فکری استعداد کی طرف اشارہ فرمایا ہے، مثلاً ایک صاحب نے کچھ سوال کیا تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "اپنے دل سے سوال کرو" اصل میں بعض دفعہ انسان کوئی کام کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کا ضمیر اس کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے، پھر نفس کا غلبہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ آدمی ایسا کرنا بھی چاہتا ہے اور اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کیلئے یہ بھی چاہتا ہے کہ کسی مستند ومعتبر شخص سے اس کے جواز کی سند حاصل کرلے، ایسے موقع پر انسان کچھ اُلٹ پھیر اور ہیرا پھیری کے ساتھ سوالات کرتا ہے تاکہ اس کے نفس کے تقاضوں کے مطابق جواب مل جائے، ایسے ہی مواقع کیلئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ خود اپنے ضمیر سے اس بارے میں سوال کرکے دیکھو، ایک موقع پر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "گناہ وہ ہے جس سے تمہارے دِل میں کھٹک پیدا ہو" آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد میں انسان کی اسی فطری قوت کی طرف اشارہ ہے جو برائی کی طرف بڑھنے والے قدموں کو تھامنے کی کوشش کرتی ہے، انسان کا اس سے محروم ہوجانا نہایت ہی محرومی اور کم نصیبی کی بات ہے کہ انسان گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے اور اس کا ضمیر اس کو جھنجھوڑ نہ پائے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وشعور کی نعمت عطا فرمائی ہے اور خیر وشر کی صلاحیت ودیعت کی ہے، اگر شر کی طاقت اسے برائی کی طرف دعوت دیتی ہے تو خیر کی قوت اسے برائی سے روکتی ہے، اس معاملہ میں عقل وشعور اس کیلئے ممد ومعاون بنتی ہے اور اسکی فطرت سلیم بدی کی طرف بڑھتے ہوئے ہاتھ کھینچتی ہے اور کسی نے ایک دفعہ برائی کرلی تو اس پر شرمسار کرتی ہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک اور طریقہ پر بھی فطرت انسانی کی اس صلاحیت کو سمجھایا ہے، آپ نے فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ دو طاقتیں ہوتی ہیں ایک وہ جو اسے شر کی طرف بلاتی ہے، دوسری وہ جو اسے خیر کی طرف بلاتی اور شر سے روکتی ہے، پہلا شیطان ہے اور دوسرا فرشتہ۔ (مشکوٰۃ حدیث نمبر: ۷۴، باب فی الوسوسہ) پھر اگر انسان سے برائی سرزد ہو ہی جائے تو وہ از سر نو بدی سے نیکی کی طرف سفر کرتا ہے اسی کو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ہر انسان غلطی کرتا ہے، لیکن بہتر خطا کار وہ ہے جسے غلطی کرنے کے بعد اپنے کئے پر پچھتاوا ہو۔

آپ نے اپنے اس اِرشاد میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ غلطی پر پچھتاوا فطرت انسانی کا تقاضا اور اس کا حصہ ہے، آپ دیکھئے شیر اور بھیڑیئے درندے ہیں، یہ صبح وشام کتنے ہی بے قصوروں کو اپنی درندگی کا نشانہ بناتے ہیں، لیکن کیا کبھی یہ بات سنی گئی کہ شیر کو اپنی اس حرکت پر شرمندگی ہوتی ہو، سانپ رات کے اندھیروں میں کتنے لوگوں کو ڈس کر اپنی پیاس بجھاتا ہے، لیکن کیا کبھی اسے اپنی اس حرکت پر پچھتاوا بھی ہوا ہے؟ نہیں؛ کیوں کہ درندوں کی فطرت میں چیرنا اور پھاڑنا ہی ہے، وہ ظلم کرکے خوش ہوتا ہے، لوگوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر اسے سکون ملتا ہے، اسے کبھی اپنی ظلم وزیادتی پر پچھتاوا نہیں ہوتا ہے، ندامت وشرمساری ان درندوں کی ڈکشنری ہی میں نہیں ہے وہ اس میں معذور ہیں کیونکہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت ہی کو اس سے محروم رکھا ہے۔

لیکن انسان کا معاملہ اس سے مختلف ہے، انسان کیسا بھی برا ہو اور کتنا ہی گیا گذرا ہو، اس کی فطرت سلیمہ اسے نیکی کی طرف بلاتی اور برائی سے باز رکھنے کی پوری کوشش کرتی ہے، کبھی انسان کا ضمیر سوجاتا ہے، لیکن یہی فطرت انسانی اسے جگاتی اور بیدار کرتی ہے، اسی لئے ایسے تو بہت سے واقعات پیش آتے ہیں کہ ایک شخص بڑا ظلم پیشہ ہے، اس نے قتل کا ارتکاب کیا، لوگوں کی جان اور عزت وآبرو سے کھیلا، ان کے مال واَسباب لوٹے، لیکن جب نشہ جور وستم اترا تو اَب ضمیر نے اسے ملامت کرنا شروع کیا، یہ ضمیر کی پکڑ اتنی بڑی اور موثر ہوتی ہے کہ اس کا چین وسکون چھین لیتی ہے، اسے بے چین کرکے رکھ دیتی ہے، اسے اپنے وجود سے نفرت سی ہوجاتی ہے، احساس کی یہ شدت بعض دفعہ ذہنی توازن کو بھی متاثر کردیتی ہے، ایسے مجرمین ماہرین نفسیات سے رجوع ہو کر اپنی کہانیاں سناتے ہیں اور ذہنی تناؤ اور اندرونی بے چینی کے علاج کے طلب گار ہوتے ہیں۔

لیکن جب انسان بے ضمیر ہوجاتا ہے تو اسے نہ اپنے جرم پر کوئی ملامت ہوتی ہے نہ مظلوموں کی آہ وفُغاں اُسے تڑپاتی ہے اور نہ اس کا ضمیر اس کے دل سنگ کے دروازہ پر کوئی دستک لگاتا ہے، ایسا انسان درندوں سے بھی بڑھ جاتا ہے؛ کیونکہ درندوں کی پیاس تو ایک دو انسان یا جانور کا خون پی کر بجھ جاتی ہے لیکن ایسے درندہ صفت انسانوں کی پیاس بجھائے نہیں بجھتی، سینکڑوں ہزاروں انسانوں کا خون بھی اسے آسودہ نہیں کرپاتا، اس کو انسانی لہو میں وہ لذت ملتی ہے جو کسی بلانوش بادہ خوار کو جام جم کے پینے میں، جسے ایک سلیم الفطرت انسان گلاب کی خوش رنگ پھلواری اور سبزہ زار کو دیکھ کر خوش ہوتا اور عش عش کرتا ہے، اسی طرح یہ جفاشعار انسان نما درندہ انسان کی تڑپتی اور جلتی ہوئی لاشوں کو دیکھ کر وجد میں آتا اور لذت وسرور محسوس کرتا ہے، ایسے انسانوں پر شاید درندے بھی شرمندہ اور انگشت بدنداں ہوں کہ یہ کیسی مخلوق ہے جسے اس کے مالک نے زمین پر اصلاح کیلئے پیدا کیا تھا، لیکن اس نے اپنی تخریب اور فساد میں ہم درندوں سے بھی آگے قدم بڑھالیا ہے۔

ایسے درندہ صفت لوگ ہر دَور میں پیدا ہوتے رہے ہیں، کیونکہ خدا نے اس کائنات میں یہی نظم رکھا ہے کہ پھول کے ساتھ کانٹے اور شبنم کے ساتھ شعلے بھی رہا کریں، ایسے ہی درندہ صفت انسانوں میں ایک نمایاں نام نریندر مودی کا ہے، یہ بات بھی عجیب ہے کہ اَمن وآشتی اور صلح ورواداری کے داعی ونقیب مہاتما گاندھی بھی یہیں پیدا ہوئے اور نریندر مودی جیسے شخص نے بھی اسی زمین میں جنم لیا، درد اور درد کا درماں بھی زخم بھی اور زخم کا مرہم بھی، بھارت واسیوں کو اسی کھیت سے مل رہا ہے، مودی کی ظلم وزیادتی اور مردم آزادی وخوں آشامی پر تو جتنا افسوس کیجئے کم ہے ہی، لیکن اس سے زیادہ افسوس ناک وشرمناک بات یہ ہے کہ گجرات کے لوگوں نے جور وظلم کے جاری رکھنے کے حق میں ووٹ دیا ہے، ایک بے ضمیر شخص کو رُسوا کرنے کے بجائے اسے عزت دی گئی ہے ظلم کے ہاتھ تھامنے کی بجائے اسے مزید طاقتور بنایا گیا ہے یہ اور زیادہ شرمناک //

بقیہ صفحہ 6 پر......

عصر حاضر اور ہمارا تعلیمی رُخ

محمد طالب قاسمی

وہ پڑھا لکھا آدمی جو زمانے کی رفتار پہ نظر رکھتا ہے، جو اس کے نشیب وفراز سے واقف ہے، جس نے قوموں کے عروج وزوال کی کہانی پڑھی ہے، جس نے تہذیب وتمدن کے بننے بگڑنے اور اسکی بلندی وپستی کا مطالعہ کیا ہے، وہ دیکھ رہا ہے کہ آج دُنیا کی مجموعی حالت کیا ہے؟ آج کی دُنیا سائنس اور ٹیکنالوجی کی دُنیا کہی جاتی ہے، اور سمجھا جاتا ہے کہ انسان ترقی کرتے کرتے اپنے عروج کو پہنچ چکا ہے، پھر اس سائنس وٹیکنالوجی نے انسان کیلئے وہ سامان آسائش وآرام بھی مہیا کردیا ہے جو کبھی انسانوں کے خیال میں بھی نہ رہا ہوگا، امریکہ ویورپ کی موجودہ تہذیبوں کو ترقی یافتہ تہذیب سمجھا جاتا ہے اور اس کے خلاف کہنے اور لکھنے والے رجعت پسند اور دقیانوسی تصور کیئے جاتے ہیں۔

لیکن ترقیوں اور تہذیبوں کے ان بظاہر دلفریب پردوں کے پیچھے ظلم وبربریت اور استحصال (Exploitation) وناانصافی کا وہ بھیانک نقشہ ہے جو انسانیت کو موت کی نیند سلادینے کی آخری کوششوں میں مصروف ہے، آج کی اس متمدن (Civilized) دُنیا کو اگر آپ قریب سے دیکھیں گے تو تڑپتی ہوئی انسانیت، روتا بلکتا ہوا اخلاق اور آخری سانسیں لیتی ہوئی شرم وحیا آپ کا دِل دہلا دینے کیلئے کافی ہوگی، بھیڑیوں سے بدتر سلوک جو انسان انسان کے ساتھ کررہا ہے، بے رحمی اور سنگ دِلی ایسی جو کبھی دَور وحشت میں بھی نہ ہوگی، وسائل نشر واشاعت کے زور پر انسان کے دِلوں میں نفرت، بغاوت، کذب اور فساد کے بیج بوئے جارہے ہیں، اور پوری انسانیت بے بسی کی حالت میں ادھر ادھر دیکھ رہی ہے، مادی ترقی نے روحانی سکون چھین لیا ہے، کیا انسانیت مادہ پرستی کی گود میں سِسک سِسک کر دم توڑ دے گی؟ یا روشنی کی کوئی کرن نمودار ہوگی اور روشنی کی کوئی کرن قوموں کا اصل سرمایہ ہے اور قوموں کا اصل سرمایہ اس کی نئی نسل ہوتی ہے، خصوصیت کے ساتھ نئی نسل کا وہ طبقہ جسے علم حاصل کرنے کا موقع مل جائے، یہی طالب علموں کا طبقہ ہے، اس سے قوموں کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے، اسی سے انسانیت کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے، ہم اگر اپنے ملک کے طلبہ کا جائزہ لیں تو روح کانپ اُٹھے، اسکول سے یونیورسٹی تک تعلیم گاہوں کا حال سب کھلا ہے، طلبہ کی اخلاقی حالت انتہائی افسوسناک ہے، امتحانات میں نقل، کاپیوں اور پریکٹکل میں پیروی، رشتے داروں اور قریب کے لوگوں کو بہترین نمبرات دینا بالکل عام بات بن چکی ہے، نظم وضبط کی خرابی جیسے ناقابل اصلاح بن چکی ہے، ہنگامے، توڑ پھوڑ، مظاہرے، بھوک ہڑتال، گھیراؤ، سیاسی تقریریں، اب پڑھائی لکھائی، اَمن وسکون اور ادب واحترام کی جگہ لے چکی ہیں، طلبہ کی دلچسپیاں اب لڑکیوں کی چھیڑ چھاڑ، استادوں کی بے عزتی اور فحش لٹریچر کے مطالعہ تک محدود ہوگئی ہیں، اور مسلم طلبہ کا حال بھی عام طلبہ سے کچھ مختلف نہیں ہے، مسلم طلبہ ہونے کی حیثیت سے کوئی امتیاز ان میں نہیں پایا جاتا، بلکہ اس حیثیت سے تو ان کی حالت اور بھی خراب ہے، ایک طرف امت مسلمہ کی داعیانہ پوزیشن، دوسری طرف اس امت کے مسائل اور اس سے بڑھ کر اس کی بقاء کا مسئلہ مسلم طلبہ ونوجوانوں کیلئے ایک کھلا چیلنج ہیں، مگر اب لگتا ہے کہ انہوں نے ایک غافل اور احساس ذمہ داری سے عاری گروہ کی طرح جینے کا فیصلہ کرلیا ہے، ان کی صلاحتیں اور قابلیتیں غلط راہوں میں صَرف ہورہی ہیں، اور ان کا خون تحریک الحاد کے شعلوں میں جل رہا ہے، دنیا کو سہارا دینے والے اور اونچا اُٹھانے والے لوگ خود ہی بیساکھیوں کے محتاج ہوگئے ہیں۔

مسلم طلبہ بھی بے دینی اور نام نہاد جدیدیت (So called Modernism) کے سمندر میں غوطہ زن ہوگئے اور خود ان کے بحر کی موجوں میں کوئی اضطراب نہ آیا۔

عام طلبہ کی طرح انہیں بھی اپنے نصب العین اور مقصد حیات کی کوئی فکر نہیں، ان کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں بیکار کاموں میں برباد ہورہی ہیں، ان کے سامنے ان کا نصب العین بھی روٹی کے چند ٹکڑے اور نوکری کی چند کرسیوں تک محدود ہوگیا ہے، موجودہ صورت حال میں جب کہ طلبہ کے اندر سے احساس ذمہ داری رخصت ہوچکی ہے اور انہیں خود اپنی منزل کا صحیح علم نہیں ہے، یہ توقع بے معنی ہی ہے کہ وہ تعلیم کے مقاصد کو سمجھنے کی کوشش کریں گے، اور ان پر یہ حقیقت کھُل سکے گی کہ اسلام کے نزدیک تعلیم کے مقاصد کیا ہیں؟ اتنی بات ہم جانتے ہیں کہ تعلیم کے ذریعہ معاشرہ اس سرمایہ کو اپنی نئی نسل تک منتقل کرنا چاہتا ہے، جو اب تک اس نے جمع کیا ہے اس طرح نئی نسل اپنے عقائد، نظریات، تہذیبی روایات اور سائنسی وسماجی ارتقا سے متعارف ہوتا ہے اور پھر اس میں اضافہ کرتی ہے اور اسے پروان چڑھاتی ہے، پھر ہر نظام تعلیم کا ایک ہدف یا نشانہ ہوتا ہے، اسلامی نظام تعلیم کا نشانہ ایسے معیاری انسان پیدا کرنا ہے جو اپنے اخلاق وکردار سے معاشرہ کو متاثر کرسکیں اور اس کی صحیح رہنمائی کرسکنے کے اہل ہوں اور اس طرح وہ زمین پر خدا کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری ادا کرسکیں، اس کیلئے سب سے پہلے تو قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنا ضروری ہے وہ علم جو زندگی گزارنے کے اسلامی ضابطہ حیات کا علم ہے، جسکا حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا اور جس کے بغیر علم نامکمل ہے اسکے بعد سائنس وسماجیات کا علم ہے اسکا حاصل کرنا بھی اسی طرح ضروری قرار دیا گیا۔

قرآن شریف میں اللہ کا ارشاد ہے کہ ''دنیا میں اپنا حصہ مت فراموش کرو'' رسول عربی ﷺ کا قول ہے کہ ''نماز کے بعد سب سے بڑا فریضہ رزق حلال کمانا ہے''۔ پس صرف دنیاوی اور مادی فائدوں کے حصول کا علم مکمل علم نہیں ہے، قرآنی تعلیم کے بغیر زندگی کا سکون وطمانیت سے ہمکنار نہیں ہوسکتی، ہماری تعلیم میں ایسا توازن ہونا چاہیے کہ ہم دین ودنیا دونوں کا علم حاصل کریں، جہاں ایک طرف معاشی مسائل کا حل ہو وہیں دوسری طرف ہمیں رہنے سہنے کا ڈھنگ آجائے، حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز پیدا ہوجائے، ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہماری انفرادی، سماجی، قومی اور بین الاقوامی زندگی کس طرح ہو، اس وقت اس بات کی سخت ترین ضرورت ہے کہ مسلم طلبہ قرآنی علوم حاصل کرنے پر بھی وقت صَرف کریں اور جدید علوم میں بھی تفکر وتحقیق کریں، پرانے محققین ومفکرین ومنکرین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا، دنیا اب بہت آگے بڑھ گئی ہے اسکو اب اُلٹے پاؤں ان منازل کی طرف واپس لے جانا ممکن نہیں ہے جن سے وہ چھ سو برس پہلے گذر چکی ہے، علم وعمل کے میدان میں رہنمائی وہی کرسکتا ہے جو دنیا کو آگے کی جانب چلائے نہ کہ پیچھے کی جانب، لہٰذا اب اگر اسلام دُنیا کا دوبارہ رہنما بن سکتا ہے تو اس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ مسلمانوں میں مفکر ومحقق پیدا ہوں، جو فکر ونظر اور تحقیق واکتشاف کی قوت سے ان بنیادوں کو ڈھادیں جن پر مغربی تہذیب کی عمارت قائم ہوئی ہے

یادر کھئے اچھے مسلمان ہوکر ہی آپ ایک اچھے انجینئر، ایک اچھے ڈاکٹر، ایک اچھے سائنسدان، ایک اچھے ماہر تعلیم اور ایک اچھے انسان بن سکتے ہیں، شاید آپ کو یہ بات عجیب وغریب معلوم ہو، کیونکہ علم دین کی کمی کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں دین اسلام کا تصور ہی بگڑ کررہ گیا ہے، دینداری کا جو بچا کھچا تصور اب ہمارے ذہنوں میں رہ گیا ہے وہ یہ کہ ایک آدمی خاص شکل وصورت اور وضع وقطع کا ہوجائے، (یعنی کرتا پاجامہ اور ٹوپی) پہن لینے اور اس دار فانی سے بے رغبت ہوکر ذکر وفکر میں مشغول ہوجائے یا پھر یہ بات ذہن میں بیٹھ گئی ہے کہ نماز روزہ تک ہی پورا اسلام محدود ہے حالانکہ دینداری کا یہ تصور صرف غلط فہمیوں اور اسلام سے ناواقفیت کا مظہر ہے، پھر دنیا نے بھی اس سے یہی بات سمجھ لی کہ اسلام پر عمل کرنے والا نہ سائنسی ایجادات سے واقف ہوگا اور نہ اسے دُنیا کا جغرافیہ آتا ہوگا، تہذیب وتمدن اور سیاست ومعیشت کے مسائل سے تو وہ میلوں دور ہوگا اور اسی لئے یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ اسلامی نظام صنعتی ومادی ترقی کو اخلاقی ترقی کے ساتھ جاری کرے گا، اس بیان کی دلیل کیلئے آپ یہ یادرکھیں کہ جب بھی دُنیا کے کسی حصے میں اسلامی نظام قائم ہوا ہے اس نے اپنے دَور کی تجارت اور صنعت وحرفت میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے، اسلام بالکل پسند نہیں کرتا کہ آپ سائنس کی ایجادات میں علوم وفنون اور صنعت وحرفت میں پیچھے رہ جائیں، اسکے برعکس وہ زندگی کے ہر میدان میں آپ کو ماہر ترین اور سرگرم ترین کارکن دیکھنا چاہتا ہے، پس تعلیم کا مقصد ہمارے سامنے رہے اور ہم سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم کے حاصل کرنے کی اہمیت سمجھ سکیں۔

''تمام مسلمانوں پر ایک دوسرے کا خون، مال اور عزّت حرام ہیں'' (رواہُ مسلم)

اِن جیسی ہدایات میں ہر ہر مسلمان مرد وزَن خاص طور پر سچّے علماء وحُفّاظ اور دیگر دین دار حضرت کی جان، مال اور عزّت بہت زیادہ قابل احترام وتعظیم چیزیں قرار دے دی گئیں۔ اور ایک حدیث پاک میں وارد ہوا ہے: ''بدترین سودخواری آبروریزیاں ہیں (یعنی لوگوں کی عزّتوں سے کھیلنا ہے)۔

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE, PAINTS ETC
ایک بار آزمائیے، بار بار تشریف لائیے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact No's: 9419040053

CHAND SOLARS
NEAR J&K BANK, T.P. BRANCH
KULGAM
Cell No's: 9419639044, 9596106546

SIRCOMPUTERS
DANGERPORA
ISLAMABAD
Cell No's: 9419412525

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

28رفروری 2014ء جمعۃ المبارک

ہم تو ڈوبے ہیں صنم......!!

یہاں جب شروع میں لوگ آئے تھے تو اس وقت بھی ماحول گندہ تھا مگر کچھ نہیں تھا اسلئے کہ ایک پلنگ پر دو دو باری باری سوتے تھے کہ بھائی! اُٹھ جا، اب مجھے سونے دے، ان کے پاس پانی گرم کرنے کا ٹھکانہ نہیں تھا، نیچے کارپیٹ موجود نہیں تھے سوائے مارپیٹ کے کچھ بھی نہیں تھا، پھر بھی دِن گزار رہے تھے اور جب آج سہولتیں ہوگئیں تو خدا کی دی ہوئی سہولتوں سے نافرمانی کررہے ہیں میں پوچھتا ہوں کہ کون سی مصیبت آتی ہے اگر ٹی وی آپ کے گھر میں نہ ہو اور رہا ٹائم پاس! تو......اِنّا لِلّٰہ! کیا مسلمان کیلئے سوال پیدا ہوتا ہے ٹائم پاس کا؟ مسلمان کے پاس قرآن ہے، حدیث ہے، فقہ ہے دینی باتیں ہیں، تسبیح ہے، فکرِ آخرت ہے، اللہ اللہ ہے، انسانوں کی ہمدردی، اُن کی خیرخواہی، اُن کیلئے دُعائیں، علم پڑھنا، بچوں کی تربیت، گھر کے کام، ماں باپ کی خدمت، بیوی کی خدمت وغیرہ وغیرہ ہزار کام ہے، بقولِ شاعر ؎

ہزار کام ہیں دُنیا میں داغ کرنے کے — جو کچھ نہیں کرتے کمال کرتے ہیں

اور آج لوگ کہتے ہیں کہ ٹائم پاس نہیں ہوتا اسلئے ٹی وی چاہیے اور کہتے ہیں یہاں کا کلچر ہی یہ ہے، ماحول ہی ایسا ہے اس کے بغیر تو یہاں نہیں چلتا، ارے کیا نہیں چلتا؟ آو! کر کے تو دیکھو!

میں تو خاص کر اپنی ماؤں اور بہنوں سے کہوں گا سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں: ''اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ'' دیکھو! آج اگر آپ کے بچہ کو کوئی پکڑ کر آگ میں ڈال دے تو کیا آپ دیکھ سکتی ہیں؟ تو کل قیامت کے دن ان گناہوں کے نتیجہ میں وہ جہنم میں جلے گا تو اسے تم کیسے برداشت کروگی؟ نیز ان بچوں کی بدعملی کی وجہ سے جب ان کو سزا ہوگی تو ان کی تربیت نہ کرنے کے گناہ میں والدین بھی ماخوذ ہوں گے ؎

ہم تو ڈوبے ہیں صنم — تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اسلئے ضرورت ہے اس بات کی کہ مسائلِ دین کی تعلیم ہو، اخلاق کی تربیت ہو، گھروں کا ماحول ٹھیک ہو، اور جہاں جہاں اپنی لائف میں وِیک نیس ہے اس پر انگلی رکھیں اپنی لائف کا سروے کریں اور دیکھیں کہ کیا ہم واقعتہً صحیح مسلمان ہیں؟ اس پر سوچنا شروع کریں گے اور اپنی لائف کا سروے کریں گے تو اندازہ ہوگا کہ صرف دو چار چیزیں ہیں جو ہمارا اسلام ہے گویا بس مسلمان کا ایک ٹائٹل لگا رکھا ہے باقی اس کے بعد اور چیزیں چوپٹ، ہماری زبان پاکیزہ نہیں، ہماری نگاہ پاکیزہ نہیں، ہماری غذاؤں میں حلال وحرام کا خیال نہیں، ہمارے حالات ٹھیک نہیں، خیالات دُرست نہیں، ہمارے اوقات نیک کاموں میں نہیں گذرتے، اندازہ لگایئے کہ ہم کہاں جارہے ہیں؟ کیا یہی مسلمانی ہے......؟ اور دیکھو! ایک بات سن لو! امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر انسان کے جسم میں کوئی مرض لگ جائے اور وہ اس کا علاج نہ کرائے تو لوگ کہتے ہیں کہ کیسا نادان ہے، حالانکہ اگر اس نے دھیان نہیں دیا تو یہ بیماری کب تک ہے؟ موت تک، بڑی سے بڑی بیماری ہوجائے، ٹی بی، ہوجائے، کینسر ہوجائے، اور چاہے کچھ ہوجائے لیکن موت پر سب ختم ہوجائے گا اور فرمایا انسان کی روح میں اگر روگ لگ جائے تو اس روگ پر جو تکالیف اس کو جھیلنی پڑیں گی وہ بہت طویل اور لمبے عرصہ کیلئے ہوں گی یہ زیادہ خطرے کی بات ہے مگر یہ ساری بیماریاں اندر ہیں مگر کبھی فکر نہیں ہوتی کہ ان روگوں کا علاج کریں، اپنی اصلاح کریں، اور اس کی طرف دھیان دیں اور ظاہر بات ہے کہ یہ ساری چیزیں ضعفِ یقین کی وجہ سے ہورہی ہیں۔

جواھر القرآن

اورنہ کھاؤ یتیموں کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر ایسا کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ 2

اور حدیث شریف میں بتایا گیا ہے: کہ سات گناہ ایسے ہیں جو آدمی کو بالکل ہلاک، تباہ وبرباد کر دیتے ہیں، اور دنیا و دین دونوں کے خسارے کا باعث ہیں (۱) شرک کرنا (۲) جادو ٹونا کرنا، کرانا (۳) کسی کو بلاوجہ قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) اسلامی جہاد سے بلا عذرِ شرعی فرار اختیار کرنا (۷) پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ تو ان سات میں سے ایک یتیم کا مال کھانا بھی شامل ہے۔ اعاذنا اللہ منھا)

عن ابی ھریرۃؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم قال: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قالوا: یا رسولَ اللّٰہِ وَمَا ھُنَّ ؟ قال اَلشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ قَتْلَھَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَکْلُ الرِّبَا وَ أَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ۔ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۵۶۱)

ایسا حرام مال اگر معدہ میں پہنچ جائے تو معدہ بھی خراب، رگوں اور اعصاب کے ذریعہ تمام بدن کو پہنچنے والا خون بھی فاسد ہوجاتا ہے (المعدۃ حوض البدن والعروق الیھا واردۃ فاذا صحت المعدۃ صحت العروق بالصحۃ واذا سقمت صدرت بالسقم-احیاء۲/۸۵)۔

اسی لیے معالج تندرستی کی بقا اور جسمانی صحت کی حفاظت کی خاطر اپنے مریضوں کو ایسی چیزوں کے استعمال کرنے سے منع کر دیتا ہے، اس کے منع کرنے کو شفقت، مشورہ کو اہمیت اور اس کی تجویز کو قابل قدر گردانا جاتا ہے۔

مال حاصل کرنے کے طریقے جائز بھی ہیں ناجائز بھی، صحیح بھی ہیں غلط بھی، جن طریقوں میں بندہ کا دنیوی و اخروی نقصان تھا، دانا، بینا، حکیمِ مطلق، اللہ تعالیٰ نے ان کو ممنوع قرار دے کر حرام کر دیا ہے اور اسی میں بندہ کا فائدہ ہے کیونکہ جس طرح نقصان دہ چیزیں کھانے سے معدہ خراب اور صحت برباد اور فاسد خون بنتا ہے---اسی طرح حرام لقمے کھانے سے دنیا بھی برباد کہ نیک عمل کی توفیق نہیں ہوتی، کیونکہ لقمہ تخم اور بیج کا درجہ رکھتا ہے اور بیج جیسا ہوتا ہے پھل، پھول، پودے، درخت بھی ویسے ہی پیدا ہوتے ہیں تو حرام لقمے اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات کو خود ہی سوچ لے، سمجھ لے! اور آخرت بھی برباد کیونکہ وہاں تو مال کے بارے میں متعدد سوالات کے جوابات دینے ہیں اور وہ بھی قہار، جبار آقا کے سامنے......؟؟؟

ذرا یہ بھی سوچئے کہ آدمی اگر اپنے چھوٹے چھوٹے کمزور، بے// بقیہ صفحہ 5 پر

ذکرِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری — **قسط : 4**

قبولیت دعا کے اسباب:

اور حاکم کی روایت میں ہے کہ بہت سے پراگندہ بال، گرد آلود، بوسیدہ کپڑے والے جن کو لوگوں کی نگاہیں نفرت وحقارت کی وجہ سے دیکھنا گوارہ نہیں کرتیں، اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے قسم کھا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری کر دیتا ہے (مستدرک)

یعنی یہ پراگندہ بال، غبار آلود، معمولی اور بوسیدہ کپڑے والے جن کی عام لوگوں کی نظر میں اگرچہ کوئی قدر ومنزلت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا مقام ومرتبہ ایسا بلند ہے کہ اگر وہ کسی بات کی قسم کھا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اکرام میں ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے اور ان کی قسم کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے ویسا ہی کر دیتے ہیں۔

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں یہاں ایک معنی یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ یہاں قسم سے مراد ''دعا'' ہے اور اس کو پورا کرنے سے مراد قبول کرنا ہے۔

تیسرا سبب: ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلانا، یہ آداب دعا میں سے ہے اور قبولیت دعا کا سبب بھی، ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''إن اللہ حَیِيٌّ کریم یستحیی إذا رفع الرجل إلیه یدیه أن یردھما صِفْراً خائبَتَینِ'' (الترمذی ۱۹۶/۲/ ابوداود ۲۰۹/۱)

بے شک اللہ تعالیٰ بڑی حیا والے بڑے کرم والے ہیں جب آدمی ان کے سامنے اپنے ہاتھوں کو اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ ان اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی ناکام لوٹا دیں۔

چوتھا سبب: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا بار بار ذکر کر کے اس سے اصرار کے ساتھ مانگنا بھی دعا کی قبولیت کا ایک عظیم سبب ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إذا قال العبد یارب یارب أربعاً، قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ''لبیک عبدي، سل تعطه'' (رواہ البزار ۱۳۰۸۸ باسناد ضعیف) ''

www.khanqah.in

مہلک روحانی اَمراض۔ طمع، حرص اور شہوت

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی۔ مدظلہ العالی

نوجوانوں کے نام- 3

دُنیا میں دو فتنے ہیں، ایک جمال اور ایک مال۔ عموماً مردوں کو تو جمال کے فتنے نے تباہ کر دیا اور عورتوں کو مال کے فتنے نے تباہ کر دیا۔

جمال کی حرص: چنانچہ مرد جمال کا بھوکا ہے، جمال کی حرص میں مبتلا ہے، جہاں ذرا دیکھا جمال، وہیں دِل ہوگیا بے حال، وہیں دل دے بیٹھا۔ حالانکہ اللہ ربّ العزت کی نظر میں حسنِ ظاہر کی کوئی قیمت نہیں، قرآن مجید میں ہے، حضرت یوسف علیہ السّلام جب بِکے پہلی مرتبہ تو فرمایا گیا: "وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ" (یوسف:۲۰) چند کھوٹے سکوں کے بدلے میں بِکے۔ حالانکہ لڑکپن کی عمر تھی، اور اس عمر میں تو ویسے ہی بچے کے چہرے پر معصومیت ہوتی ہے، بچے کا چہرہ زیادہ جاذب نظر ہوتا ہے اور یوسف علیہ السّلام تو مادر زاد حسین تھے۔ اس وقت تو حسن کی عمراج تھی مگر بِکے کتنے میں؟ "وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ" قیمت لگی تو چند سکے اور وہ بھی کھوٹے، معلوم ہوا کہ اللہ ربّ العزت کے نزدیک حسن ظاہر کی قیمت چند کھوٹے سکوں کے بسوا کچھ نہیں۔ حسن کے پیچھے بھاگنے والو! تم چند کھوٹے سکوں کی خاطر اپنے ربّ کو ناراض کر رہے ہوتے ہو......!!!

مال کی حرص: ایک فتنہ مال ہے، اس مال کی حرص بھی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی، اللہ ربّ العزت نے فرمایا: "اور بے شک وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے" (عادیات:۸) "اور مال کی محبت میں بڑے شدید ہو" (الفجر:۲۰) یہ مال کی محبت ایسی ہوتی ہے، حالانکہ مال ایک ڈھلتی چھاؤں ہے، ڈھلتی چھاؤں سے کیا محبت کرنی۔

یہ مال کی حرص اور اور دُنیا کی حرص انتہائی بُری خصلت ہے، اسی لئے نبی علیہ السّلام نے دُنیا کے حریص کو کتے کی مثل قرار دیا، ارشاد فرمایا: "الدنیا جیفۃ وطالبوھا کلاب" کہ دُنیا مردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں۔ یعنی دنیا کو مردار کہا اور طلب کرنے والوں کو کتے سے تشبیہہ دی، ذرا توجہ فرمایئے، علماء نے لکھا ہے کہ کوا بھی مردار کھاتا ہے کتا بھی مردار کھاتا ہے، کوے سے تشبیہہ نہیں دی کتے سے تشبیہہ دی ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات ہیں:

۱) ایک تو یہ کہ کوا جب کسی مردے کو دیکھتا ہے تو شور مچاتا ہے تاکہ اور بھی آئیں اور ہم سب مل کے کھا سکیں لیکن کتا بڑے سے بڑے مردار کو بھی خاموشی سے اکیلا کھاتا ہے، دُنیا دار بندہ بھی اسی طرح خاموشی کے ساتھ سب مال خود حاصل کرنا چاہتا ہے، اسی لئے کتے کے ساتھ زیادہ مشابہت۔

۲) کوا باقی جانوروں کا گوشت تو کھاتا ہے مگر مردہ کوے کا گوشت نہیں کھاتا، یعنی کوّے کو مار کر لٹکا دیں کوئی کوا اس کا گوشت نہیں کھائے گا، لیکن کتے کے اندر حرص ہے، لہٰذا مردہ کتے کو بھی کھا لیتا ہے، دنیا دار کے اندر بھی یہی عادت ہوتی ہے، وہ عبرت نہیں پکڑتا، وہ اپنے بھائی کا گوشت کھا رہا ہوتا ہے، دونوں کاروبار میں شریک ہیں، جان بوجھ کر ایک بندہ دوسرے کا پیسہ ناجائز طریقے سے کھا رہا ہوتا ہے تو یہ کتے سے مشابہت ہے۔

۳) تیسری بات فرمایا کہ ایک کوے کو کہیں مار دیا جائے تو باقی کوے، وہاں نہیں آ گے لیکن کتے کو کسی جگہ مار دیں دوسرا کتا وہاں آتا ہے، عبرت نہیں پکڑتا، دُنیا دار کا بھی یہی حال کہ وہ دیکھتا ہے کہ غلط کام کرنے والوں کا انجام کیا ہوا لیکن پھر بھی سبق نہیں سیکھتا، وہی کام کر کے وہ بھی تباہی میں پڑ رہا ہوتا ہے، تو دُنیا دار بندے کو گویا کتے سے زیادہ مشابہت ہے۔

۴) چوتھی بات یہ کہ کوا دِن میں تو کھاتا ہے مردار کا گوشت مگر رات کو وہ گھونسلے میں چلا جاتا ہے، جب کہ کتے کی عادت دن میں گوشت کھاتا ہے رات کو اس پر بیٹھ کر پہرہ دیتا ہے کہ کوئی اور کتا آ کر نہ کھائے۔ اسے دِن رات اسی مردار کی فکر رہتی ہے، اور یہی دُنیا دار کی مثال کہ سارا دِن کاروبار میں لگا رہتا ہے اور جب رات آتی ہے تو کاروبار کے حساب میں لگا رہتا ہے، یہ ہے کتے سے مشابہت۔

۵) پانچویں بات کہ کوا ملائم گوشت کھاتا ہے، ہڈیاں نہیں کھاتا، لیکن کتا ملائم گوشت بھی کھاتا ہے او رہڈیاں بھی چباجاتا ہے، یہی حال دنیا دار کا ہے فقط اصل زر واپس نہیں لیتا، قرضہ دیا تو سود بھی مانگتا ہے بلکہ سود دَر سود مانگتا ہے، سود کے اوپر سود مانگتا ہے، تو معلوم ہوا کہ دُنیا دار کی مشابہت کوے سے نہیں کتے سے زیادہ ہے۔ صدق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یعنی ہمارے محبوب نے سچ فرمایا ہے: "الدنیا جیفۃ وطالبوھا کلاب"۔

تو دوسری طرف حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ کُتے کے اندر دَس صفات ایسے بھی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک صفت بھی انسان کے اندر پیدا ہو جائے تو وہ ولی اللہ بن سکتا ہے۔ (جاری)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اِسلام کی نظر میں

حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ -2

ابوحنظلہ۔ کولگام

حضور صلّی الله علیه وسلّم سے تعلق اور کتابتِ وحی:

آپ رضی اللہ عنہ کی علمی پختگی اور شگفتگی حق کے ہی باعث دربارِ رسالت صلّی اللہ علیہ وسلّم میں آپ رضی اللہ عنہ کو خاص مقام حاصل تھا، اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مستقل حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں رہنے لگے۔ جلد ہی آپ رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی مقدس اور خوش نصیب جماعت میں شامل کر لیا گیا جسے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کتابت وحی کیلئے مامور فرمایا تھا۔ چنانچہ جو وحی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوتی تھی اسے قلمبند کر لیتے تھے، اور خطوط و مراسلہ جات کی نگرانی اور ترسیل کا کام بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ذمہ تھا۔ اس طرح گویا تاریخ اسلام میں صرف ایک حضرت مُعاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات ایسی ہے جسے کاتب وحی ہونے میں اور دُنیا کے سب سے بڑے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں سیکریٹری کے طور پر رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہی دو باتیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اَمانت و دیانت اور عدالت کیلئے ان کے خلاف تمام الزامات پر بھاری ہیں، علامہ ابن حزم کے مطابق: "کاتبین وحی میں سب سے زیادہ حضرت زیدؓ بن ثابت آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں رہے اور اسکے بعد دوسرا درجہ حضرت معاویہؓ کا تھا" یہ دونوں حضرات دن رات آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ لگے رہتے اور اس کے سوا کوئی کام نہیں کرتے"۔

(ابن حزم جومع لیستر ہ:۲۷ بحوالہ حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق صفحہ ۲۳۰، از جسٹس مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی)

کاتبانِ وحی کو درج ذیل قرآنی صراحت کی روشنی میں دیکھا جائے تو اُن کی صداقت کیلئے یہی ایک چیز کافی ہے: "فی صحف مکرّمة مرفوعة مطهره بِاَیدی سفرَة کرام بررة" (یعنی قرآنی صفحات بہت معزز اور بلند درجے والے پاکیزہ، چمکتے ہوئے ہاتھوں والے ہیں اور بہت زیادہ عزت والے لوگ ہیں"۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں واضح ہوا کہ کاتب وحی کے طور پر آپ رضی اللہ عنہ کا درجہ کس قدر بلند تھا، قرآن کی زبان میں آپ رضی اللہ عنہ کو بہت ہی عزت والا کہا گیا ہے، ایک مسلمان کیلئے اس سے بڑی سند نہیں۔

سیدنا اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ بعد اَز قبولِ اسلام

عہدِ رسالت ......عزوات میں شرکت: قبول اسلام کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تمام عزوات میں بالخصوص حنین، طائف، یمامہ اور چھوٹی چھوٹی کئی گشتی اور جنگی مہموں میں شرکت فرمائی، خصوصاً طائف میں اپنے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تبلیغ جہاد کیلئے اہم خدمات سرانجام دیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے والد نے وہاں کے رئیس الاعظم ابن الاسود کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ جس سے خوش ہو کر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو اور اُن کے والد کو کثیر مال غنیمت مرحمت فرمایا۔

مواخات: فتح مکہ کے بعد الفت و مواخات منقطع ہو چکی تھی۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے دو سال قبل اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس لئے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی مواخات حضرت حتات مجاشعی رضی اللہ عنہ سے کروائی۔ (باقی آئندہ شمارے میں)

معلومات کا ذخیرہ کیجئے

س: آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دودھ کس کس عورت نے پلایا اور کتنے کتنے دِن پلایا؟

ج: نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دودھ پلانے کے متعلق دو قول ہیں (۱) ابتدائے ولادت سے سات اَیام تک ثوبیہ نے پلایا جو کہ ابولہب بن عبدالمطلب کی آزاد کردہ باندی تھی۔ (الکامل:۲۳۹) اور آٹھویں دِن حضرت حلیمہ سعدیہ کا قافلہ آ گیا اپنے دوسفل دائی حلیمہ کا دودھ پیا۔ (تاریخ اسلام) (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ابتداء میں سات دِن تک آمنہ نے دودھ پلایا پھر ثوبیہ نے اور پھر سعدیہ نے۔ (رحمۃً للعالمینؐ)

س: حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کھانا کھانے کے کتنے طریقے تھے اور کس طرح بیٹھ کر کھاتے تھے؟

ج: حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم دو طریقہ پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، (۱) اُکڑو بیٹھ کر۔ (۲) دوزانو بیٹھ کر اور طریقہ یہ تھا کہ بائیں قدم کا تلوا داہنے قدم کی پُشت سے لگا ہوتا تھا اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تین انگلیوں (وُسطی، سبابہ، ابہام) سے کھانے (روٹی) تناول فرماتے۔ (نشر الطیب:۱۹۱) بعض روایات سے چار زانو بیٹھ کر کھانا کھانے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف کیا ہے؟اور شرطیں کیا ہیں؟ کیا ہندوستان جیسا ملک (جہاں ایک دستوری حکومت، تمام شہریوں کے مساوی حقوق کی بنیاد پر قائم ہے، اور قانونی و دستوری نقطہ نظر سے بلا تفریق مذہب و زبان وعلاقہ ہر شہری کو اپنے مذہبی شعائر کی آزادی کساتھ ملک کے وسائل آمدنی سے منتفع ہونے کا مساوی حق ہے) دارالحرب ہے؟ اگر دارالاسلام اور دارالحرب کے علاوہ ''دار'' کی کوئی تیسری قسم ہے تو وہ کیا ہے نیز اُس کی کیا کیا شرطیں ہوسکتی ہیں؟

نواز احمد بٹ۔ ڈاڑسرہ ترال

جواب: وباللہ التوفیق۔ دارالامن: وہ ملک ہے جہاں کلید اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہو لیکن مسلمان مامون ہوں، مسلمان دعوتِ دین کا فریضہ انجام دے سکتے ہوں اور ان اسلامی احکام پر جن کے نفاذ کیلئے اقتدار ضروری نہ ہو، عمل کرسکتے ہوں۔

اگر ملک کا کوئی غیر مسلم باشندہ کسی مسلمان پر شخصی طور پر تعدی کرے تو یہ اس کے دارالامن رہنے کے منافی نہیں، جیسا کہ دارالعہد کے کسی شخص کے دارالاسلام میں داخل ہوکر رہزنی کرنے کو ''دارالعہد'' کے دارالحرب قرار دیئے جانے کا سبب نہیں قرار دیا گیا۔ "واذا وادع الامام اهل الحرب فخرج رجل من تلك الدار .... فليس هنا بنقض منه للعهد" (السیر الکبیر: ۱۶۹۵/۵) اسی طرح فرقہ وارانہ فسادات اور بلوے جن میں غیر مسلموں کا ایک گروہ غیر آئینی طور پر مسلمانوں سے قتل وقتال کے درپے ہوجاتا ہے، کسی ملک کے دارالامن ہونے کے مغائر نہیں۔ ''وکذلک العدد منهم اذا فعلوا ذلک ولم یکونوا اهل منعة فهذا والواحد سواء'' (حوالہ سابق) ہاں اگر آئینی اور قانونی طور پر مسلمانوں کو امن وسلامتی نہ ہو اور ان کے جان واملاک کو مباح قرار دیا گیا ہو تو اَب یہ ملک دارالحرب کے زمرہ میں آجائے گا جیسا کہ سربراہِ قوم کی اجازت سے حملہ آور ہونے والی معاہد قوم کو فقہاء نے حربی کے حکم میں رکھا ہے۔ "وان کانوا خرجو اباذن ملیکهم فقد نقضوا جمیعاً العهد فلا باس بقتلهم وسبیهم حیثما وجدوا" (حوالہ سابق)

حقیقت یہ ہے کہ ''دارالامن'' کے مسلمان باشندے اپنے غیر مسلم ہم وطنوں کے ساتھ تعلقات میں اُنہیں اصول وضوابط کے پابند ہوں گے جن کے پابند ایک مسلمان ملک کے شہری دوسری معاہد قوم کے افراد کے ساتھ سلوک وبرتاؤ میں ہیں اسلئے کہ جس طرح دارالاسلام معاہدین سے بحیثیت ملک، بقاء باہم اور ایک دوسرے کی سلامتی اور آزادی کا عہد کرتا ہے، اسی طرح دارالامن میں مسلمان اپنی ہم سایہ قوموں سے ایک ہی ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے باہمی سلامتی اور امن وآزادی کا معاہدہ کرتے ہیں۔

''دارالامن'' کے احکام میں ہم ''قانون امان'' اور ''استیمان'' سے بھی فائدہ اُٹھاسکتے ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ 'امان' اور ''استیمان' کی حیثیت مستقل شہریت اور توطن کی نہیں ہے، بلکہ سفر اور عارضی قیام کی اجازت کی ہے اور مسامن اور امان دینے والے افراد کے درمیان تعلقات کی نوعیت مساویانہ نہیں ہوتی بلکہ ایک کی حیثیت شہری کی ہوتی ہے اور دوسرے کی مسافر کی، جب کہ ''دالامن'' میں مسلمان اور کافر کے درمیان تعلقات مساویانہ سطح کے ہوتے ہیں اور دونوں اسی ملک کے شہری قرار پاتے ہیں لیکن ایک دوسرے کی جان ومال کے احترام، حفاظت وسلامتی اور اپنے مذہب پر قائم رہنے کے حق کے اعتبار سے ان کے حقوق یکساں حیثیت کے حامل ہیں۔

دارالحرب اور دارالاسلام کے احکام

دارالامن چونکہ دارالکفر ہوتا ہے لیکن مسلمانوں کو یہاں امن اور مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے، اسلئے اس پر نہ دارالحرب کے تمام احکام جاری کیئے جاسکتے ہیں اور نہ ہی پوری طرح دارالاسلام کے حکم میں رکھا جاسکتا ہے، دار کی ان مختلف صورتوں میں مسلمان باشندوں کا کیا رول ہو؟ اس کیلئے یہاں ان احکام کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جو فقہاء نے دارالاسلام اور دارالحرب کے ذکر کیئے ہیں۔ دارالاسلام کے درج ذیل احکام ہیں:

۱) اسلام کے تمام شخصی اور اجتماعی قوانین کا نفاذ۔
۲) دارالکفر کے مہاجرین کی آبادکاری۔
۳) دارالحرب میں پھنسے ہوئے کمزور مسلمانوں کی اعانت۔
۴) جہاد اور اسلامی سرحدات کی توسیع کی سعی۔

دارالحرب کے درج ذیل احکام ہیں:

دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریفات

...... 3 ......

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔ مدظلہ العالی

۱) یہاں اسلام کا قانون جرم وسزا جاری نہ ہوگا۔ "الحدود والقود لا یجری فیها" (رد المحتار: ۲۵۳/۳، بدائع الصنائع: ۱۳۱/۷) البتہ امام مالکؒ کے نزدیک دارالحرب میں بھی حدود جاری ہوں گی۔ "تقام الحدود فی دار الحرب عند مالك خلافا للثلاثة" (ملخصاً: الفقه الاسلامی وادلة ۳۹۱/۶)

۲) دارالحرب کے دو مسلمانوں کے درمیان بھی کسی معاملہ میں نزاع پیدا ہوجائے تو دارالاسلام کا قاضی اس کا فیصلہ نہیں کرے گا۔ "ولو اختصما فی ذلك فی دارنا لم یقض القاضی بینهما بشیئ" (السیر الکبیر: ۱۴۸۶/۴)۔

۳) دارالحرب کے باشندوں سے اسلحہ کی فروخت درست نہ ہوگی۔ "لا ینبغی ان یباع السلاح من اهل الحرب" (هدایه: ۵۴۴/۲، باب المستامن)

۴) دارالحرب کے کسی باشندہ کو دارالاسلام میں ایک سال تک قیام کی اجازت نہیں دی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ وہاں کی شہریت کا طالب ہو۔ "اذا دخل الحربی الینا مستامنا لم یکن ان یقیم فی دارنا سنة ویقول له الامام ان اقمت تمام السنة وضعت علیك الجزیة" (هدایة ۵۶۶/۲)

۵) دارالحرب میں لوہے کی کان دریافت ہو یا ایسی چیزیں جن سے اس ملک کی دفاعی قوت میں اضافہ ہوتا ہو تو مسلمان ماہرین کیلئے کان کنی، اور ایسی مفید صنعتی معلومات اور ٹیکنالوجی کی منتقلی درست نہ ہوگی۔ "ولو اصاف المستامن معدن حدید فی دار الحرب فانه یکره له ان یعمل فیه ویستخرج منه الحدید" (السیر الکبیر ۱۴۷۷/۴، ولا غیر ذلك مما یتقوون به علی لمسلمین فی الحرب: ۱۴۷۶/۴)

۶) دارالحرب کے مسلمان باشندوں پر واجب ہے کہ وہ وہاں سے ہجرت کرجائیں۔ البتہ مختلف لوگوں کے حالات کے اعتبار سے ابن قدامہ نے دارالحرب کے مسلمان باشندوں کی تین قسمیں کی ہیں:

اول: وہ جن پر ہجرت واجب ہے، وہ لوگ ہیں جن کیلئے دارالحرب میں اپنے ایمان کا اظہار ممکن نہ ہو، اور وہ واجبات دین کی ادائیگی سے قاصر ہوں، نیز وہ ہجرت کرنے پر قادر بھی ہوں اور جس کا سورۂ انفال آیت: ۱۰ میں حکم دیا گیا ہے۔

دوم: وہ لوگ جو بیماری، خواتین اور بچوں یا حکومت کے جبر ودباؤ کی وجہ سے ہجرت پر قادر نہ ہوں، ہمارے زمانہ میں دوسرے ملکوں میں شہریت حاصل کرنے میں جو دِقتیں حاصل ہیں وہ بھی منجملہ اُنہی اعذار کے ہیں، ایسے لوگوں پر ہجرت واجب نہیں، اور یہی حضرات "الا المستضعفین من الرجال والنساء .... سبیلا" کے مصداق ہیں۔

سوم: وہ لوگ جو دارالحرب میں اپنے اسلام کا اظہار کرسکتے ہوں، فرائض دینی کو ادا بھی کرسکتے ہوں، اور ہجرت پر بھی قادر ہوں ایسے لوگوں کیلئے ہجرت کرنا محض ''مستحب'' ہے جیسا کہ حضرت عباسؓ نے ایمان لانے کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں فرمائی اور حضرت نعیم نحامؓ نے اپنی قوم بنوعدی کی خواہش پر قبول اسلام کے بعد بھی ایک عرصہ تک ہجرت نہیں فرمائی۔ (ملخصاً: الشرح الکبیر: ۵۱۴/۸)

۷) مسلمان زوجین میں سے ایک دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرجائے، یا دارالاسلام سے منتقل ہوجائے اور دارالحرب میں توطن اختیار کرلے تو ''تباین دارین'' کی وجہ سے دونوں میں تفریق ہوجائے گی۔ (هدایه: ۳۴۷/۲)

۸) دارالحرب میں کافر زوجین میں سے ایک اسلام قبول کرلے تو مسلمانوں کے نظام قضا کے فقدان کی وجہ سے دوسرے فریق پر اسلام کی پیش کش نہ کی جائے گی بلکہ تین حیض گذرنے کے بعد اَز خود زوجین میں تفریق ہوجائے گی، جب کہ دارالاسلام میں دوسرے فریق پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردے تب دونوں میں تفریق عمل میں آئے گی۔ (ھدایہ: ۳۴۶/۲)

۹) اَمان حاصل کرکے جانے والے مسلمان تجار دارالحرب کے باشندوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اسلام کے مالی قوانین کے پابند نہ ہوں گے، ہاں یہ ضروری ہوگا کہ ان کے ساتھ دھوکہ دہی نہ کریں۔ (السیر الکبیر: ۱۴۸۶/۴)

۱۰) بنیادی اور اصولی طور پر دارالحرب کے باشندوں کی جان ومال معصوم نہیں ہے یہاں تک کہ دارالحرب میں رہنے والے مسلمان بھی، اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ابن نجیم کا بیان ہے: "وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یهاجر کالحربی عند ابی حنیفة لان مال غیر معصوم عنده" (البحر الرائق: ۱۴۷/۵) ''اور اس شخص کا حکم جو دارالحرب میں مسلمان ہو اور ہجرت نہیں کی حربی کا ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسلئے کہ اسکا مال امام صاحبؒ کے نزدیک معصوم نہیں ہے۔''

دارالحرب میں مقیم مسلمانوں کی جان کو بھی غیر معصوم تسلیم کیا گیا ہے، ابوبکر جصاصؒ لکھتے ہیں: ''لا قیمة لدم المقیم فی دارالحرب بعد اسلامہ قبل الهجرة الینا'' (احکام القرآن للجصاص: ۲۹۷/۲)

قبول اسلام کے بعد بھی جو دارالحرب میں مقیم ہوں، ان کے ہجرت کرکے ہمارے یہاں آنے سے پہلے ان کے خون کی کوئی قیمت نہیں۔

اس بناء پر دارالحرب میں مقیم کسی مسلمان کو دوسرا مسلمان قتل کردے اور وہ دارالاسلام میں بھاگ آئے تو یہاں اس پر قانون قصاص جاری نہ ہوگا، ہاں مسلم مملکت میں جو غیر مسلم آباد ہیں جن کو ''ذمی'' کہا جاتا ہے اسی طرح وہ حربی جو اَمان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوئے ہوں، ان کی جان ومال کفر کے باوجود معصوم متصور ہوں گے، اسی لئے ان سے سودی کاروبار وغیرہ درست نہیں ہوگا۔ (بدائع الصنائع: ۱۳۲/۷)

(باقی آئندہ شمارے میں)

بقیہ: جواہر القرآن...... صفحہ 3 سے آگے

سہارا بچوں کو چھوڑ کر مرنے لگتا ہے تو یہی تمنا وآرزو کرتا ہے کہ کوئی ان کو تکلیف وایذا نہ دے، کوئی ان کو پریشان نہ کرے، کبھی ان کے آنسو نہ بہنے پائیں، کبھی ان کا دل میلا نہ ہو، ان کے دل کو کوئی ٹھیس نہ پہنچے، ان لاڈلوں کے قلب وجگر کبھی مجروح نہ ہونے پائیں۔ تو پھر یہ سب کچھ ------ دوسرے کے نونہالوں کے بارے میں کیوں نہیں؟ دوسرے کے نور نظر لخت جگر کے ساتھ یہ نازیبا، نارواسلوک کیوں؟

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

www.khanqah.in

ہر گھر میں شیطانی آوازیں بج رہی ہیں!!!

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

ہمارے ایک جاننے والے انجینئر ہیں، پلاٹوں کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتے ہیں، عمارتوں کے ٹھیکے بھی لیتے ہیں، ان کا حلقہ احباب بڑا وسیع ہے، ایک بار ان سے ہنگامی طور پر رابطہ کرنے کی ضرورت پیش آئی، ادھر اُدھر سے ان کا موبائل نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ ان کے پاس تو موبائل ہے ہی نہیں۔ ہمیں خاصا تعجب ہوا کہ کیونکہ آج کل ت وہر کس وناکس کے پاس موبائل دکھائی دیتا ہے۔ حد یہ ہے کہ گدھا گاڑی چلانے، پنکچر لگانے اور صفائی کرنے والوں کے پاس بھی موبائل نظر آجاتے ہیں، ملاقات ہوئی تو ہم نے ان سے موبائل نہ رکھنے کی وجہ دریافت کی، انہوں نے بتایا کہ میں دل کا مریض ہوں، ڈاکٹر نے موبائل رکھنے سے منع کیا ہے، ان کا جواب سن کر میں سوچ میں پڑ گیا، انہوں نے پوچھا: یک دم خاموش کیوں ہو گئے؟ میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے؟ میں نے کہا نہیں آپ کی بات دُرست ہے......مگر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ نے تو ایک دُنیاوی ڈاکٹر کے مشورہ پر اپنے آپ کو ہمیشہ کیلئے موبائل سے محروم رکھنا گوارا کرلیا جبکہ بے شماری نمازی ہیں جو مخلص روحانی اطباء کے بار بار سمجھانے کے باوجود اپنے آپ کو تھوڑی سی دیر کیلئے بھی موبائل فون سے محروم رکھنا پسند نہیں کرتے۔ بارہا ایسی مجالس وعظ میں شرکت کا اور ایسی مساجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا جہاں دائیں بائیں سے فون کی گھنٹیاں بجتی رہیں، پردۂ سماعت سے ٹکراتے ہی توجہ بٹ گئی، ذہن منتشر ہوگیا، عبادت میں جو یکسوئی ہونی چاہیے وہ نہ رہی، یہ تو ہمارا حال تھا، جس کی جیب میں یہ میوزک بج رہا تھا اسکا کیا حال ہوگا؟ نہ معلوم اس کا ذہن گھر سے دُکان تک، دوستوں سے رشتہ داروں تک کتنے ہی افراد کی طرف گیا ہوگا کہ شاید مجھے فلاں اور فلاں نے یاد کیا ہوگا؟

نماز خیالات کا کامل ارتکاز چاہتی ہے توجہ صرف اس کی طرف ہونی چاہیے جس کے سامنے نمازی دست بستہ کھڑا ہوتا ہے، جسم بھی اسی کا اور دل ودماغ بھی اسی کا، قیام وقعود بھی اسی کیلئے اور تسبیح وتحمید بھی اسی کیلئے، ظاہر بھی اسی کے سامنے جھکا ہو اور باطن بھی اسی کے آگے سجدہ ریز ہو۔ زبان سے جو کچھ پڑھا جارہا ہو، دماغ اس کے معانی میں غوطہ زن ہو۔ لیکن جب شیطانی آوازیں خانہ خدا میں بلند ہوں گی تو خشوع وخضوع کہاں باقی رہے گا؟ جبکہ باری تعالیٰ نے ان اہل ایمان کو فلاح کی نوید سنائی ہے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں، اس ربّانی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمازوں میں نہایت محویت، استغراق اور خشوع وخضوع پایا جاتا تھا، محبوب سے محبوب چیز بھی اگر ان کی محویت اور خشوع خضوع پایا جاتا تھا۔ محبوب سے محبوب چیز بھی اگر ان کی محویت او رخشوع خضوع میں خلل انداز ہوتی تو وہ ان کی نظر سے گر جاتی تھی اور نماز میں حضوری کی خاطر اس چیز کی قربانی دینا ان کیلئے آسان ہوجاتا تھا۔

ایک دِن حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، ایک چڑیا اُڑتی ہوئی آئی، چونکہ باغ بہت گھنا تھا، کھجوروں کی شاخیں باہم ملی ہوئی تھیں، پھنس گئی اور نکلنے کی راہیں ڈھونڈنے لگی، ان کو باغ کی شادابی اور چڑیا کی اچھل کود کا یہ منظر بہت پسند آیا اور اس کو تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے، پھر نماز کی طرف توجہ کی تو یہ یاد نہ آیا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، دل میں کہا کہ اس باغ نے یہ فتنہ پیدا کیا، فوراً رسول اللہ صلّی للہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا: ''یارسول اللہ! میں اس باغ کو صدقہ کرتا ہوں۔''

ایک اور صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، فصل کا زمانہ تھا، دیکھا تو کھجوریں پھل سے لدی ہوئی ہیں، اس قدر فریفتہ ہوئے کہ نماز کی رکعتیں یاد نہ رہیں، نماز سے فارغ ہوکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اس باغ کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوگیا، اس کو اموالِ صدقہ میں داخل کرلیجئے، چنانچہ انہوں نے اسے 50 ہزار پر فروخت کردیا۔ اسی مناسبت سے اس کا نام ''خمسین'' پڑ گیا۔ باغ صرف مالک کی توجہ نماز سے ہٹانے کا سبب بنا تھا، جبکہ موبائل کی گھنٹیوں سے بیسیوں بلکہ بعض اوقات سینکڑوں نمازیوں کی توجہ بٹ جاتی ہے، ہم نے ان گھنٹیوں کو شیطانی آوازیں اس لئے ٹھہرایا کہ یہ عام طور پر موسیقی کی دھنوں اور میوزک پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اس صورت میں ان کی قباحت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، جبکہ سرورِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آلاتِ موسیقی کے توڑنے کو اپنے مقاصد بعثت میں سے ایک مقصد قرار دیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''مجھے آلاتِ موسیقی توڑنے کیلئے بھیجا گیا ہے'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ڈھول اور بانسریاں یکسر ختم کردوں''۔

موسیقی کی آواز کو سرورِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ملعون آواز قرار دیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دُنیا وآخرت میں لعنت کی گئی ہے، ایک خوشی کے موقع پر باجے تاشے کی آواز، دوسرے مصیبت کے موقع پر آہ وبکا اور نوحہ کرنے کی آواز۔''

آپ آلات موسیقی سے اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ آپ نے ایک موقع پر ان گھنٹیوں کو نکال ڈالنے کا حکم دیا جو جانوروں کے گلے میں بندھی تھیں اور فرمایا کہ فرشتے ایسی جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس میں گھنٹی ہو۔ متعدد روایات میں آپ رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی، قتل وغارت گری، رقص وسرور اور گانے بجانے کی کثرت کو قیامت کی علامت بتایا ہے، اب اس سے بڑھ کر موسیقی کی کثرت کیا ہوگی کہ ہماری مساجد اور مجالس وعظ بھی اس سے گونجنے لگیں، آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم تو آلاتِ موسیقی کی توڑ پھوڑ کو اپنا مقصد بعثت قرار دیں اور امت کا یہ حال ہو کہ اس کے دل سے اس کی نفرت ہی نکل جائے اور ذکر وتلاوت اور گانے بجانے کی آوازیں اس کی محفلوں میں گڈمڈ ہوجائیں تو اسے بیماری دل کا آخری درجہ سمجھنا چاہیے کیونکہ کسی بھی بیماری کا خطرناک اور آخری درجہ یہ ہوتا ہے کہ بیمار انسان، بیماری کو کوئی بیماری ہی نہ سمجھے، اسی طرح گناہ کا آخری اور مہلک درجہ یہ ہے کہ انسان گناہ تو کرے لیکن گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے۔ ایسے شخص کو اکثر توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے توبہ تو اسی وقت کرے گا جب اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتا ہو اور جب اپنے آپ کو گنہگار ہی نہیں سمجھتا تو توبہ کیسے کرے گا؟

ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے مسلمانوں کی غیرت اور حساسیت کا یہ عالم تھا کہ اگر مسجد کے سامنے سے کوئی جلوس باجے تاشے کے ساتھ گذر جاتا تو اشتعال پھیل جاتا اور بات مرنے مارنے تک پہنچ جاتی تھی۔ لیکن اَب حال یہ ہے کہ باہر نہیں بلکہ مساجد کے اندر میوزک بھی بجتا رہتا ہے، اور موسیقی کی دھنیں بھی نشر ہوتی رہتی ہیں مگر کسی کی اعتراض کی جرأت نہیں ہوتی کیونکہ جانتے ہیں کہ اس حمام میں سب ننگے ہیں، حجاج کرام بتاتے ہیں کہ اَب یہ وبا حرمین شریفین میں بھی عام ہوچکی ہے، وہ مقدس اور محترم مقامات جہاں جنید وبایزید سانس بھی اَدب سے لیا کرتے تھے اور جہاں زائرین کے جانے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ چند دِنوں کیلئے سب سے کٹ کر صرف اللہ سے جُڑ جائیں اور ندامت کے آنسو بہا کر گناہوں کی غلاظت دھوڈالیں اور واقعتاً وہاں ایسے خوش نصیبوں کی زیارت بھی ہوجاتی ہے، جو دُنیا ومافیہا سے بے خبر استغفار ومناجات میں منہمک ہوتے ہیں۔ ان پر محبت کی مستی، عبادت کی محویت اور بارگاہِ جلال وجمال کی کیفیات اس طرح چھائی ہوتی ہیں کہ وہ اس نورانی ہالہ سے باہر نکلنا ہی نہیں چاہتے......مگر یہ شیطانی آوازیں وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں، نجانے ہمیں کیا ہوگیا ہے؟ ہماری دُنیا پر تو دین کا رنگ نہ چڑھ سکا۔ لیکن ہمارے دین پر دُنیا کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ ہماری سیاست وتجارت کے ایوانوں میں تو ایمان کی گونج سنائی نہیں دیتی، لیکن ہمارے ایوان عبادت میں شیطانی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

بقیہ: درندگی میں فتح...... صفحہ اول سے آگے

بات ہے اور انسانیت، جمہوریت اور رواداری کے نام پر کلنک ہے۔

درندی اور ظلم وجور کی اس فتح میں سیکولر پارٹیوں کا کیا قصور ہے؟ اسے تو وہ سمجھیں؛ لیکن اس میں ہم مسلمانوں کی غفلت شعاری اور کوتاہی کو کیا دخل ہے؟ اس کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں، ایک یہ کہ ہم نے برادران وطن سے اپنے تعلقات کو بہتر بنانے اور ان کے دلوں سے شکوک وشبہات کے کانٹے نکالنے میں کیا محنت کی؟ اپنے پڑوسیوں سے اپنے تعلقات کو بہتر کرنا وقت کی نہایت اہم ضرورت ہے اور اس پر ہر جگہ اور ہر سطح سے کوشش کرنے کی ضرورت ہے، کوئی بھی انسان اپنے سماج سے بے نیاز نہیں رہ سکتا ہے، سماج ہی انسان کا اصل محافظ ہے، اور اس کیلئے معتدل اور خوشگوار تعلقات ضروری ہیں، یہ کام ایک دو دِن میں نہیں ہوسکتا، اس کیلئے مسلسل اور متواتر محنت کی ضرورت ہے، اگر ہم حوصلہ نہ ہاریں اور مناسب طور پر اس سمت میں کوشش کریں تو ہم ضرور برادرانِ وطن سے اپنے تعلقات کو بہتر کرسکتے ہیں اور فرقہ پرست طاقتوں کا سحر توڑنے میں ہمیں کامیابی ہوسکتی ہے۔

دوسری ضروری بات حکمت اور مصلحت اندیشی سے متعلق ہے، کس وقت کس بات کا کیا اَثر ہوگا؟ کونسی باتیں علی الاعلان کہنے کی ہیں اور کونسی باتیں چھپ کر پہنچانے کی ہیں، اس کی رعایت کرنا ضروری ہے، غزوۂ خندق کے موقع سے جب حضرت نعیم ابن مسعود مسلمان ہوئے تو آپ نے انہیں اپنا ایمان چھپانے کا مشورہ دیا، کیونکہ اس وقت مسلمانوں کا مفاد اسی میں تھا، گجرات میں علماء اور قائدین نے کانگریس کے حق میں متفقہ اپلیں جاری کیں ان اپیلوں کو سنگھ پریوار نے شرانگیزی کا ثبوت دیتے ہوئے فتویٰ سے تعبیر کیا، اس اعلان نے ہندو ووٹ کو متحد کیا اور جو ووٹ بکھرے ہوئے تھے مذہبی بنیاد پر ان کی صف بندی ہوگئی، اسی طرح سنگ پریوار کی مراد بر آئی اور درندگی نے انسانیت پر اور ظلم نے انصاف پر فتح حاصل کی، مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے مواقع پر جوش پر ہوش کو غالب رکھیں اور جذبات کی رو میں بہنے کے بجائے حقائق اور واقعات کو ملحوظ رکھیں۔

www.khanqah.in

تحفظِ ختم نبوت کے خاطر قربانیاں

مولانا حذیفہ وستانوی۔ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

اللہ رب العزت نے اشرف الخلائق حضرت انسان کی ہدایت کے لیے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا،سنۃ اللہ کے مطابق اس سلسلۃ الذہب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا کیوں کہ دنیا میں اللہ کا دستور ابتدائے آفرینش سے چلا آیا ہے کہ ہر چیز کا مبدأ بھی لازم اور منتہاء بھی لازم چاہے وہ مادی ہو یا روحانی؛لہٰذا نبوت کے اس وہبی دستور کو یہ قانون الٰہی لازم آیا اور حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے سلسلہ نبوت آغاز ہوا اور حبیب کبریاء،احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سلسلہ نبوت ختم ہوا؛ گویا یہ ایک قدرتی قانون کے تحت ہوا اور جس کا ہونا ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کی روشنی ضروری بھی تھا۔عقیدۂ ختم نبوت پر پہلا حملہ اور اس کے خلاف صحابہ کا پہلا اجماع منعقد ہو چکا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایک انقلاب آفریں بعثت ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دنیا میں تمام ظلمتیں چھٹ گئیں۔دنیا جو ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی پُرنور اور روشن ہوگئی،جس کی برکتوں کے اثرات آج چودہ صدیوں کے بت جانے کے بعد بھی محسوس کیے جارہے ہیں اور قبیل قیامت تک محسوس کیے جاتے رہیں گے اور پھر حشر ونشر میں بھی اور میزان وحساب میں بھی آپ کی برکتیں جلوہ گر ہوگی۔انشاءاللہ!

یہ امر امر بدیہی ہے کہ آپ کی وفات حسرت آیات پر ہنگامہ تو ہونا ہی تھی،اور کوئی معمولی ہنگامہ نہیں بلکہ زوردار جیسے کسی عظیم رہنما کی وفات سے فتنے کھڑے ہوتے ہیں،وہ اس کے زندہ رہنے سے دبے رہتے ہیں جس کی بے شمار مثالیں تاریخ کے صفحات پر آپ کو مرقوم ملیں گی۔ بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی عظیم فتنوں نے سر اٹھایا مگر حضرات ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت ایمان،حمیت اسلامی اور بلند حوصلگی۔اولاً آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاص کی برکت سے نصرت الٰہی وتائید غیبی اور ثانیاً آپ کی حکمت عملی سے تمام فتنوں ایک سال سے بھی کم عرصے میں کافور کر کے رکھ دیا۔اللہ آپ رضی اللہ عنہ کو پوری امت کی طرف بہترین بدلہ عطا فرمائے۔آمین!

یہ بات تعجب خیز ہے کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ نے سب سے پہلی اسلام کے خلاف جو سازش رچی وہ تھی عقیدۂ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر کاری ضرب اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو پانچ افراد دعوۂ نبوت لے کر کھڑے ہوئے الاستاذ جمیل مصری کی تحقیق کے مطابق ان سب کے اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔تاریخ کے مستند حوالوں سے اپنی تحقیقی کتاب''اثر اهل الكتاب في الحروب و الفتن الداخلية في القرن الأول'' سے ثابت کیا ہے۔دوسری جانب حضرات صحابہ نے بھی اس کو گویا بھانپ لیا،خاص طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور آپ نے''أينقص الدين و أنا حي'' کا تاریخی جملہ کہہ کر صحابہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت خوب اچھی طرح سمجھیں اور تاریخ رُخ پھیر دینے والے اس فتنے کی سرکوبی کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔الحمدللہ! حضرت ابوبکرؓ کی کوششوں اور اللہ کے فضل سے صحابہ نے اس بات پر اجماع کرلیا کہ عقیدۂ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم،کو تحفظ فراہم کیا جائے،نبوت کے دعویداروں کو کافر قرار دیا جائے اور ان کے خلاف جہاد فرض گردانا جائے،اس طرح یہ صحابہ کا سب سے پہلا اجماع منعقد ہوگیا کہ ختم نبوت کا تحفظ ایک اہم ترین فریضہ ہے اور دعوۂ نبوت کرنے والا کافر ہے،اس سے جہاد فرض ہے۔

بس پھر کیا تھا،اس عقیدے کے تحفظ کی خاطر مدینہ سے گیارہ لشکران مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم پر میدان کارساز میں کودپتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک سال سے بھی کم عرصہ میں یا تو مدعیان نبوت اپنے انجام دو پہنچ جاتے ہیں یا توبہ وانابت کر کے دوبارہ اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں۔

نبوت کا دعویٰ کرنے والے پانچ یہ تھے:١/ اسود عنسی ٢/ مسیلمہ کذاب ٣/ طلیحہ بن خویلد اسدی ٤/ سجاح بنت حارث تمیمی ٥/ ذوالتاج لقیط بن مالک ازدی

اسلامی گیارہ لشکروں کے سپہ سالار:

قائدین	جہت
(١)خالد بن سعید بن عاص	مشارف بلاد شام
(٢)عمرو بن العاص	دومۃ الجندل
(٣)خالد بن ولید	بُزاخہ،ابطاح،یمامہ
(٤)عکرمہ بن ابی جہل	یمامہ،عمان ومہرہ،حضر موت،یمن

(جاری)

بقیہ: صفحہ آخر سے آگے......

کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں،اور جو کوئی منہ موڑتا ہے تو اللہ بے نیاز اور تمام خوبیوں کے ساتھ متصف ہے۔

اگر غور کریں گے تو موجودہ دور کا نظام مالیات اور علم اقتصاد بخل اور بخل کی تاکید پر مبنی ہے،بینکنگ ہو،انشورنس ہو،یا فائنانس کے مختلف رنگ ہوں،سب حرص وبخل کے معلم ہیں،اس سے اللہ تعالیٰ مدارس کو تو بطور خاص اور تمام مسلمانوں کو بطور عام محفوظ رکھیں۔

کاش یہ عمل وہ دنیاوی اداروں،کالجوں،یونیورسٹیوں پر کرتے،ان کا ہر شعبہ قرآن وسنت کی تعلیم سے بے بہرہ ہے،ان میں جو علوم پڑھائے جاتے ہیں،انھیں خدا کی معرفت سے،خدا کے احکام کے علم سے روشناس کراتے،تو جہنم کی طرف بڑھتے قدم پر کچھ تو لرزہ طاری ہوتا،ظاہری اعتبار سے ان پر حکومت کی،عوام کی،حرص مال وجاہ کی حکمرانی ہے،اس سے کون لڑائی مول لے،ورنہ جہاں تک اعتراف واقرار کا تعلق ہے،تمام دنیا ان کالجوں اور یونیورسٹیوں کی بیماریوں،ان کے کھوکھلے پن کو تسلیم کرتی ہے،مگر انھیں کون ٹوکے،بے چارے ملا،مولوی کے پاس کوئی دنیاوی طاقت تو ہے نہیں،اس لئے سب اسے ہی مشق ستم بناتے ہیں۔فإلى الله المشتكىٰ وهو المستعان۔

احساسِ کشمیر یا زوالِ کشمیر

تاریخ کشمیر میں ٧ ستمبر ٢٠١٣ء کو بھی یاد رکھا جائے جب عالمی شہرت یافتہ سازنواز زوبن مہتا کا شالیمار باغ سرینگر میں ایک میوزیکل کنسرٹ (Musical Concert) بعنوان''احساس کشمیر''منعقد ہوا۔اس کنسرٹ کے نام سے گویا اقوام عالم کو یہ پیغام دینا تھا کہ کشمیر کا حقیقی احساس یہی ہے حالانکہ یہ میوزیکل کنسرٹ منعقد کرانے والے بھی اگر اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں تو ان کے اندر کا ضمیر (بشرطیکہ زندہ ہو) بھی یہ آواز دے گا کہ یہ ہرگز''احساس کشمیر''نہیں''احساس کشمیر''اور''حقیقت کشمیر''تو اور ہی کوئی چیز ہے۔بہر حال اس میوزیکل کنسرٹ کی وجہ سے جہاں پوری وادی کشمیر میں کرفیو نافذ کیا گیا وہیں خزانہ عامرہ کی ایک''بہت بڑی رقم''خرچ کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کے احساسات اور جذبات سے ایک کھلواڑ کیا گیا،جہاں اس دن شالیمار باغ (جو درحقیقت فوجی چھاؤنی میں تبدیل کیا گیا تھا) میں موجود مدعوین حضرات اپنے کرتب دکھارہے تھے اور کچھ''چنید سرکاری مہمان''ان سے لطف اندوز ہورہے تھے وہیں کشمیر کے دوسرے علاقے میں کشت وخون جاری تھا جس کے نتیجے میں پوری وادی کشمیر میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔

محترم قارئین! یہ ایک وسیع باب ہے اس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور لکھنے والوں نے لکھا بھی۔چنانچہ کچھ حضرات نے اسے''سیاسی مسئلہ'' قرار دیا کہ دنیا والوں پر واضح ہو جائے کہ کشمیر پُرامن ہے،کچھ حضرات نے اسے''کشمیری موسیقیت''کو ختم کرنے کی سازش قرار دیا اور بعض نے اسے''بیوروکریٹس''(Bureaucrats) کے دل بہلانے کا ایک ذریعہ قرار دیا۔یہ تمام تبصرے اپنی جگہ بجا بھی ہوسکتے ہیں لیکن اگر شرعی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو یقیناً ہر صاحب دل اس سے شیطان ملعون کی خوشی اور رب ذوالجلال کی ناراضگی محسوس کرے گا کیونکہ شیطان جب راندہ درگاہ ہوا تھا تو چلتے چلتے اس نے چند چیزیں طلب کی تھیں جو حکمت باری اور مشیت ایزدی کے تحت اسے مل گئیں۔ان میں سے ایک چیز یہ بھی تھی کہ مجھے اپنی طرف بلانے کا کوئی ذریعہ عطا کیا جائے۔تو اللہ رب العزت کی طرف سے جواب ملا ٹھیک ہے تمہاری دعوت کا ذریعہ یہی''ڈھول باجے''ہیں۔ (تهذيب الآثار ٤٣٧/٢)

نیز قرب قیامت کی جہاں اور بہت ساری نشانیاں لسانِ نبوی ﷺ نے بیان فرمائی تھیں وہیں ایک بہت ہی اہم نشانی واتخذت القينات والمعارف بھی ہے یعنی گانے بجانے والیاں اور آلات موسیقیت (Musical instruments) کی کثرت ہونے لگےگی۔(ترمذی ٤٩٤/٤ ح٢٢١٠) ہماری وادی کشمیر میں بھی اب شراب،منشیات (drugs) اور بے پردگی کے ساتھ ساتھ موسیقیت کی کثرت ہونے لگی ہے۔کسی دوکان پر جاؤ تو میوزک،گاڑی میں سوار ہو تو میوزک،کسی شخص کا بلا لحاظ عمر وجنس موبائیل فون دیکھو تو میوزک بلکہ اللہ رحم فرمائے اب تو اللہ کے مقدس گھر مساجد میں بھی میوزک کی گھنٹیاں بجتی ہیں اور کسی کے کانوں تلے جوں بھی نہ رینگتی۔حالانکہ احادیث میں کثرت سے میوزک کے مفاسد بیان کیے گئے ہیں اور خاص طور پر اسے حرام قرار دیا گیا ہے بلکہ بعثتِ نبوی کے مقاصد میں جہاں تعلیم کتاب وسنت،تزکیہ نفوس اور تلاوت آیات قرآنیہ ہے وہاں شیطانی باجوں کو ختم کرنا اور تمام آلاتِ موسیقیت (musical instruments) کو مٹانا بھی بعثت نبوی کے مقاصد میں ہے۔جھوٹ،خیانت اور وعدہ خلافی کو جہاں علاماتِ نفاق قرار دیا گیا ہے وہاں میوزک کو باعثِ نفاق بھی قرار دیا گیا ہے۔غرض گناہ کبیرہ کی فہرست میں ایک اہم عنوان میوزک بھی ہے۔ذیل میں میوزک کی حرمت وقباحت کے بارے کچھ احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں:

(١)حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے مجھے آلات موسیقی توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ (كنز العمال ٢٢٦/١٥) (٢)حضرت ابولبابہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ڈھول اور بانسریاں مکمل طور پر ختم کردوں۔(مسند احمد ٢٥٧/٥ ح٢٢٢٧٢) (٣)حضرت انسؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا وآخرت میں لعنت کی گئی ہے۔ایک خوشی کے موقعے پر باجے تاشے کی آواز،دوسرے مصیبت کے موقعہ پر آہ وبکا اور نوحہ کرنے کی آواز۔(مسند البزار ٣٦٣/٢، رجاله ثقات مجمع الزوائد ١٠٠/٣، السلسلة الصحيحه للالباني ٤٢٦/١) (٤)حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم آلات موسیقیت سے اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ آپ نے ایک موقعہ پر ان گھنٹیوں کو نکالنے کا حکم دیا جو جانوروں کے گلے میں بندھی تھیں اور فرمایا کہ فرشتے ایسی جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس میں گھنٹی ہو۔

(مسلم ١٦٢/٦ ح٥٦٦٨،صحیح ابن حبان ٥٥٤/١٠ ح٤٧٠٣،مسند احمد ٢٦٣/٢ ح٧٥٥٦)

(٥)حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میوزک انسان کے دل میں نفاق اسی طرح اُگاتا ہے جس طرح پانی ساگ سبزی کو اُگاتا ہے۔(اولہ فی ابوداؤد ٤٣٥/٤ ح٤٩٢٩،السنن الکبری للبیہقی ٢٢٣/١٠ ح٢١٥٣٦) (٦)حضرت ابومالک اشعریؓ سے روایت ہے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:قرب قیامت میں اس امت میں کئی طرح کی خرابیاں پیدا ہوں گی۔منجملہ ایک خرابی یہ پیدا ہوگی کہ اُن کے سروں پر (محفلوں،خوابگاہوں میں) آلاتِ موسیقی کے ساتھ ساتھ گانے والیاں بھی ہوں گی،اللہ ان کو زمین میں دھنسا دیں گے اور اُن میں بعض لوگوں کی صورتیں بندروں اور خنزیروں کی سی بنادیں گے۔(سنن ابن ماجه ١٣٣٣/٢ ح٤٠٢٠، مسند الشاميين ١٩٢/٣ ح٢٠٦١)

www.khanqah.in

Vol. 15 No: 08 | 28 February to 06 March 2014 | Friday

Printer,Publisher: Maulana Hamidullah Lone
Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thoker
Office: Madina Chowk Gawkadal Srinagar
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Jammu and Kashmir -192232
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinagar
Ph. No. 01942-2481821 Cell: 09906546004

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 01-03-2014
Printed at: Khidmat Offset Press Srinagar
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

مدارسِ اسلامیہ اور اقتصادیات کی تعلیم

مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمیؒ

ایک عام تجربہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی سنگین اور مہلک مرض میں مبتلا ہوتا ہے، تو اطباء جو علاج کرتے ہیں وہ تو ہوتا ہی ہے، بیمار پُرسی کے لئے آنے والے بہت سے لوگ مریض اور مریض کے گھر والوں کو بڑی فیاضی سے مشورہ دیتے ہیں، کہ فلاں ڈاکٹر اس مرض کا بہت اچھا علاج کرتے ہیں، فلاں حکیم صاحب کے یہاں بہت سے مریض تندرست ہوئے ہیں، اس مرض میں فلاں طرح کی دوا بہت موثر ہوتی ہے وغیرہ، پھر کمزور طبیعت کا مریض موجودہ علاج سے غیر مطمئن ہوکر نئے نئے تجربے شروع کردیتا ہے اور مرض کی گرفت شدید ہوجاتی ہے۔ اس صورتحال سے سابقہ اکثر لوگوں کو ہوا ہوگا۔

یہ حال تو انفرادی اور شخصی مریضوں کا ہے، بعض مریض اجتماعی اور قومی پیمانے کے ہوتے ہیں، ان کے ساتھ بھی یہ عمل جاری ہوتا ہے، اگر وہ مریض طاقتور اطباء اور مضبوط چارہ گروں کے انتظام میں ہوتا ہے، تو مشوروں میں قدرے احتیاط برتی جاتی ہے اور اگر اس کے تیمار دار اور چارہ گر کمزور ہوتے ہیں، تو مشوروں کی وہ چاند ماری ہوتی ہے کہ یہ خیال گذرنے لگتا ہے کہ اس مریض کی حیات وصحت منظور ہے یا اس کی بیماری وموت چاہی جارہی ہے۔

ایک قومی مریض کا قصۂ پُر درد سنئے! یہ مریض ہندوستان کا دینی وعربی مدرسہ ہے! مان لیا گیا ہے کہ یہ بہت بیمار ہے، اس کی صحت میں بہت سے رخنے ہیں، اس کی حیات میں نقائص بہت ہیں، اس کی افادیت کم سے کمتر ہے پس یہ بیمار ہے، اس کا علاج ضروری ہے، اس کے رخنے بند کرنے چاہئیں، اس کی زندگی نقائص سے پاک ہونی چاہئے، اس کی افادیت کو ترقی دینا چاہئے، مشہور کردیا گیا کہ دینی مدرسہ بیمار ہے، پھر اطباء دوائیں لے لے کر دوڑے، عیادت کرنے والوں نے مشوروں کی جھڑی لگائی، پھر اتنے معائب، اتنے امراض اور اتنے نقائص تشخیص کئے گئے اور ان کے لئے اتنی دوائیں تجویز کی گئیں، ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی، اور اتنی گراں بہا کہ مریض ان کی تاب نہ لا سکے! اور یہ سب اس لئے کہ مدرسہ کے ذمہ دار اور اس کے چارہ گر سماج کے وہ افراد ہیں جنھیں کمزور سمجھا گیا ہے یا کمزور بنا کر رکھا گیا ہے، اور وہ ہیں عالمانِ دین یعنی مولوی ملاّ۔

کوئی کہہ رہا ہے کہ مدرسوں میں انگریزی تعلیم نہیں ہے! پس اس کا ہونا ضروری ہے، کوئی پکارتا ہے کہ مدرسے سائنس کی تعلیم سے خالی ہیں، اس لئے اسے بھی داخل نصاب ہونا چاہئے، کوئی ہانک لگاتا ہے کہ صنعت وحرفت کے فنون سے مدرسہ محروم ہے، اس سے بھی اسے عزت دینی چاہئے اور اللہ جانے کتنے منہ ہیں؟ اور کتنی باتیں ہیں؟

باہر والوں نے محسوس کیا کہ ان کی آواز مدارس کے کان میں نہیں جارہی ہے، تو انھوں نے اندر والوں کو تاکا، ان میں ایسے افراد تلاش کئے جن کے کان میں یہ اجنبی اور نامانوس آوازیں داخل ہوسکیں پھر ان کے ذریعے سے وہ باتیں اندر داخل کی جاسکیں، یہ افراد مخلص ہیں، یہ نیک نیتی سے چاہتے ہیں کہ مدارس کے مرض کا علاج ہوجائے، لیکن جذبۂ ہمدردی کی شدت اور یکسوئی میں انھیں غفلت ہوجاتی ہے کہ جو علاج وہ تجویز کررہے ہیں اس سے مدرسہ، کالج تو بن جائے گا، مدرسہ نہ رہے گا، ظاہر اس کا شاندار تو ہوجائے گا، مگر اس کا مقصود بے جان ہوجائے گا، اس کی رفتار تیز تو ہوجائے گی مگر راستہ بدل جائے گا، منزل گم ہوجائے گی۔

میرے سامنے ایک رسالہ ہے۔ "ہندوستان کے دینی مدارس میں اسلامی مالیات واقتصادیات کی تعلیم"۔

۲۶/۲۵ اپریل ۲۰۰۹ء کو اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز اور اسلامی ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (جدّہ) کے باہمی تعاون سے مذکورہ بالا موضوع پر جامعہ ہمدرد دہلی میں ایک ورکشاپ منعقد ہوا تھا، اس ورکشاپ میں اس موضوع پر غور وخوض کیا گیا کہ موجودہ عہد میں ہندوستان کے اسلامی مدارس میں اسلامی مالیات واقتصادیات کی تعلیم کی صورت کیا ہو؟ اور اس راہ میں درپیش دشواریوں کو کس طرح حل کیا جائے؟

علماء ودانشوروں کی رائے اور فیصلے سے کوئی اختلاف کرے؟ اس کی جرأت کس میں ہے؟ لیکن کیا مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت ملے کہ جن مدارس میں آپ اس موضوع کو داخل کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں، ان کے وسائل بہت محدود ہیں، وہ جتنا بوجھ لے کر چل رہے ہیں وہی ان کے لئے بھاری پڑ رہا ہے، پھر ان سے یہ فرمائش کرنا کہ ایک نیا نصاب بنے گا اس کے لئے ماہر اساتذہ کی ضرورت ہوگی، اس کے لئے جدید اور تازہ تر کتابیں تیار ہوں گی، انھیں مہیا کرنا ہوگا، یہ کہاں تک قرین انصاف ہے۔

پھر یہ بھی سوچئے کہ مدارس کا موضوع قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی تعلیم ہے، اس کے لئے جن مبادی کی ضرورت ہے انھیں بقدر ضرورت نصاب میں رکھا گیا ہے، فقہ اسلامی کی تعلیم اس قدر ضروری ہے کہ انسانوں کو جن احوال ووقائع میں ابتلاء ہوتا ہے ان کا شرعی حکم دریافت ہوسکے، عبادات ہوں، معاملات ہوں، نکاح وطلاق اور معاشرات ہوں، تجارتی معاملات ہوں کرایہ داری کے مسائل ہوں، شرعی اصولوں کی بنیاد پر ان کا حکم دریافت ہوجائے کہ جائز ہیں، مکروہ ہیں، حرام ہیں، اس قدر تو فقہ مدارس کے نصاب میں داخل ہے ہی! اب رہی یہ بات کہ اقتصادیات ومالیات کی تحصیل، ان کی ترقی، اور ان کے فروغ کی کیا کیا شکلیں ہوسکتی ہیں، اقتصادیات کی دوڑ میں آدمی کس طرح آگے بڑھ سکتا ہے، یہ فقہ اسلامی کا موضوع نہیں ہے، یہ تو دنیاداری اور حرصِ مال کا موضوع ہے، آج کل قوموں نے جن چیزوں کو اقتصادیات ومالیات، کامرس، فائنانس، بینک کاری، انشورنس اور دوسری بھاری بھرکم اصطلاحات کے ذریعے انسانی زندگی کی اہم ضرورت بنا رکھا ہے، وہ درحقیقت حرصِ مال اور حب دنیا کی نجاستوں پر جدید الفاظ کا پردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیاداروں کے بارے میں فرمایا ہے: بَلْ تُوْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (سورہ اعلیٰ:۱۶/۱۷) بلکہ تمہارے نزدیک دنیوی زندگی کو ترجیح حاصل ہے، حالانکہ آخرت بہتر بھی ہے اور اسی کیلئے بقاء بھی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ (القیامۃ:۲۰/۲۱) نہیں، بلکہ تم لوگ دنیا سے محبت کرتے ہو، اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔

اگر کسی کا خیال یہ ہو کہ دورِ حاضر کی اقتصادی اصطلاحات سے طلبہ کو واقف کرایا جائے، تو گزارش ہے کہ جس گاؤں میں ہم کو جانا نہیں اس کا راستہ کیوں پوچھیں، ہمارے سامنے جب کسی مالی معاملہ کی صورت آئے گی، قرآن وسنت کے قواعد کی روشنی میں اس کا حکم بیان کردیا جائے گا۔

ایک بات اور قابل غور ہے، آج کی دنیا میں جو لوگ تجارت کی منڈیوں اور کاروبار کے دروبست پر قابض ہیں، ان کی عقل وذہانت کا خلاصہ یہ ہے کہ حرصِ مال کو زیادہ سے زیادہ ترقی دی جائے، وہ اس کے لئے ہر روز نئے نئے طریقے گھڑتے رہتے ہیں، ان کے سامنے نہ حسابِ آخرت ہے، نہ اللہ ورسول کا فرمان ہے، ان کا ایک نظریہ ہے کہ مال بڑھتا رہے، اس کے لئے وہ ہر طریقہ اختیار کرسکتے ہیں، خواہ اس سے کسی کا نفع ہو یا نقصان! اس معیشت کی بنیاد خود غرضی پر ہے، وہ جہاں تک ساتھ دیتی ہے، آدمی بے تکلف چلا جاتا ہے، کوئی اقتصادی طریقہ وجود میں آتا ہے تو اسے سرے سے اس کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ اسلامی اصول وقواعد کیا ہیں؟ اور ان سے کتنی ہم آہنگی ہے، پھر جب وہ طریقہ رائج الوقت ہوجاتا ہے اور بظاہر اس میں نفع دکھائی دینے لگتا ہے، تو ہماری ذہانت اس پر اسلامی اصولوں کو منطبق کرنے یا قدرے ترمیم کرکے اسے اسلامی سانچے میں فٹ کرنے کی کوشش کرنے لگتی ہے، جبکہ اس کے موجدین اب بھی نگاہِ التفات نہیں کرتے، اسی انطباق وترمیم کے عمل پر اسلامی معاشیات، اسلامی مالیات اور اسلامی اقتصادیات کا لیبل لگا کر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے بڑا تیر مار لیا ہے، آخر ہم کب تک دوسروں کے پیچھے دوڑتے پھریں گے؟

مدارس اور علماء کا کام نہ تجارت کا عمل سکھانا ہے، نہ مالیات کی تحصیل کا طریقہ سکھانا ہے، انھیں تو حلال کو حرام سے ممتاز کرنا ہے، خواہ اس سے بظاہر دنیا کا نقصان ہوتا ہو، لیکن اولاً آخرت کو پیش نظر رکھنا ہے، یہ علم، اس علم کے حاملین، اس علم کی درسگاہیں، دوسروں کی نقالی کرنے کے لئے نہیں ہیں ان کا احتساب کرنے کے لئے ہیں۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے لتکونوا شھداء علی الناس (البقرۃ:۱۴۳) قرار دیا ہے کہ دوسروں پر تمہاری گواہی نافذ ہوگی۔

آج کی اقتصادیات کا حاصل ہے، مال جمع کیجئے، اس کی گنتی کرتے رہئے، بخل کیجئے، بخل کی تعلیم دیتے رہئے۔ اس اقتصادیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو: وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ۝ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ (الھمزۃ:۱/۲) ویل (جہنم) ہے ہر طعنہ دینے والے، عیب چینی کرنے والے کیلئے، جس نے مال سمیٹا اور اسے گنتا رہا۔ مال جمع کرنا، اسے گنتے رہنا یہ اہل جہنم کی صفت ہے، مومن تو وہ ہے: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی (اللیل:۵/۶/۷) پس جس نے عطا وبخشش کی اور ڈرتا رہا، اور بھلی بات کو دل وجان سے سچ مانا، تو ہم اس کو بتدریج آسانی میں پہونچا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (الحدید:۲۳/۲۴) اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے، ڈینگ ہانکنے والے کو پسند نہیں کرتے، وہ جو کہ خود بھی بخل // بقیہ صفحہ 7 پر......//